جناب مولانا محمد اشرف صاحب ایم اے شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی
رفیق اعزازی ۔ الحق

سیاست و تعمیرِ ملّت

حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے افکار کی روشنی میں

گذشتہ سے پیوستہ

مسعود عالم ندوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں :

"سیاست میں میرے خیالات آپ لوگوں سے الگ نہیں لیکن اگر رسالہ (الضیاء) کو چلانا ہے تو اس کو شجرِ ممنوعہ قرار دینا پڑے گا۔ الخیر کلہ لیس فی السیاسۃ ، انما ھو نوع من الخیر فترکہ لیس ترک الخیر کلہ ۔ (مکاتیب سلیمان صـ۳۶)

انہیں کو ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں :

" اخبار بلال کا طلوع مبارک ! مگر ضرورت ہے کہ صرف قوم و ملک کا سیاسی جذبہ کارفرما نہ ہو، کچھ اللہ تعالیٰ کا خوف وخشیت ہمارے دلوں کے اندر ہو۔ اور اسکی رضا اور رجا کا بھی دل میں خطرہ ہو۔ افسوس ہے کہ جو ہم میں نظری طور سے ملحد نہیں وہ عملی طور سے ملحد ہوتے جارہے ہیں ۔ اسلام اور مسلمانوں کا درد ہندوستانی قومیت کے منافی نہیں ۔"

تقسیمِ ہند سے پیشتر کے چند سالوں میں ہندوستان کا سیاسی مطلع جس طرح غبار آلود تھا ۔ اور سیاست جس طرح مسلمانانِ ہند کے دل و دماغ ، ذہن و قوی پر چھائی ہوئی تھی ۔ اس کا آج تصور بھی مشکل ہے حُسن و قبح کا مدار ، اشخاص کی مدح و ذم کا معیار سیاسی مسالک بن چکے تھے ۔ حضرت والا قدس سرہٗ کی اس زمانے کی تحریریں سیاسی اصابت رائے ، فکری پختگی ، ذہنی بلندی ، دینی بصیرت و اسلامی نظریۂ زندگی کی معتدل اور جامع ہدایات ہیں ۔ جو ہمیشہ مسلمانوں کیلئے مشعلِ راہ رہیں گی ۔

۱۹۴۵ء کے ہنگامہ خیز زمانہ میں کلکتہ میں ایک نئی جمعیۃ علمائے اسلام قائم ہوئی جس کا مسلک پاکستانی

نظریہ کی حمایت تھا۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

"پچھلے مہینہ کلکتہ میں ایک نئی جمعیۃ علمائے اسلام کی بنیاد پڑی ہے۔ جہاں تک اس کے مطبوعہ نظامنامہ کا تعلق ہے۔ وہ بڑی اہمیت کی مستحق ہے۔ اور اس سے بہت کچھ توقعات قائم کی جاسکتی ہیں۔ لیکن کاش یہ معلوم ہوتا۔ کہ صرف کوئی ہنگامی محرک تو اس ساری گردش افکار کا محرک نہیں ہے۔ ان کاموں کے لئے ضرورت ہے چند جانباز مخلصوں کی جو اس کے نصب العین کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں۔ اور پیہم سرگرمیوں سے اپنے وجود کا یقین دلائیں۔ ورنہ سیاسی تماشوں میں ایسے سوانگ بہت دیکھنے میں آئے ہیں۔ جمعیت کو ثابت کرنا چاہئے کہ وہ ایسی نہیں۔ اور اس سے جو توقعات قائم کی جائیں وہ پوری ہوں گی۔ اور وہ متبوع ہو کر رہے گی، تابع نہیں۔

آج کل مسلمان اہل سیاست میں علماء کو برا بھلا کہنے کا عام رواج ہو رہا ہے۔ اب علمائے جمعیت اسلام نے ہمت کرکے ان کی تائید میں آواز بلند کی ہے۔ اور اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ علماء عموماً مسلمانوں کی موجودہ اکثری سیاست سے علیحدگی برت رہے ہیں۔ تو کیا اب یہ امید کی جائے۔ کہ ہمارے دوستوں کے گذشتہ طرز عمل میں کوئی تبدیلی ہوگی۔ کسی قوم کی حالت کا اس سے زیادہ برا منظر اور کیا ہوگا۔ کہ اس کا مشغلہ غیبت، بدگوئی اور باہمی طعن وطنز ہو۔

اس زمانہ میں جب الیکشن کا بازار گرم ہے۔ سیاسیات نے قومی اور تعلیمی وعلمی اداروں کو بھی اپنے ساتھ الجھا لیا ہے۔ لیکن یہ صورت حال خود ان تعلیمی وعلمی اداروں کے لئے موزوں نہیں۔ یہ ادارے وہ کارخانے ہیں جن کے سپرد قوم کے دماغوں کی تیاری کا کام ہے۔ اگر گولہ بارود بنانے والے کارخانوں کے مزدور اور جنگی تربیت گاہوں کے معلم بھی فوج میں بھرتی ہوجائیں۔ تو کیا ایسی قوم جو تقسیم عمل کے اصول سے اس طرح اعراض برت رہی ہو۔ کبھی لڑائی کے سلسلہ کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھ سکتی ہے۔

مجلس دارالمصنفین بھی ایک علمی ادارہ ہے۔ اس ادارہ میں بھی طرز سیاست کے لحاظ سے لوگ مختلف الخیال ہیں۔ تاہم ہمارے ارکان مجلس اس باب میں متحد ہیں۔ کہ ادارہ کو سیاسیات کے الجھاؤ سے پاک رکھا جائے۔ اور اس کو عملی سرگرمیوں کا بازیچہ نہ بنایا جائے۔"

(معارف صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹ ج ۵۶ نمبر ۴)

مسعود عالم صاحب کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

"میں بھی اعظم گڈھ سے دور ہونے کے باعث الیکشنوں کے ہر گرد وغبار سے محفوظ رہا۔ ابھی

دیوبند گیا تھا۔ ایک دن رہا۔ مدرسہ کانگرس کا قلعہ بن رہا تھا۔ حسنِ نیت اور اخلاص پر اعتماد ہے۔ مگر مدارس کا اس کشاکش میں پھنسنا کسی طرح علم و دین کے لئے پسندیدہ نہیں۔ ایک طرف علی گڑھ کے طلبہ لیگ کا لیکر اور بالمقابل دیوبند کے طلباء کانگرس کا جھنڈا لے کر صوبہ بھر میں پھیلے ہیں۔" (مکاتیبِ سلیمان صہ ۱۹۲، ۱۹۵)

علامہ سید محمد یوسف صاحب بنوری کو لکھتے ہیں :

"ادھر میرٹھ میں قیام کے سبب سے دو دو چار چار روز کیلئے دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون اور دہلی ہو آیا۔ ہر جگہ سیاسیات کے الجھاؤ سے اصحاب عمائم اور اہلِ درس و تدریس کو پراگندہ خاطر پایا۔ اللہ تعالیٰ اُمتِ محمدیہ پر رحم فرمائے۔"

انہیں کو ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

"سیاسیات سے یکسو ہو کر علم اور دین کی خاطر باہمی کوششوں کو یکجا کریں۔"

ایک خط میں مسعود عالم صاحب کو، ۲۰ ستمبر ۱۹۴۶ء کو اس وقت کی سیاست کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ملتِ اسلامیہ کی اکثریت کی ناکامی کا سانحہ بڑا المناک ہوگا۔ مسلک کی صحت و خطا سے بحث نہیں، یوں ہی ایک بات قلم سے نکل گئی ہے۔

گوشہ میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

حضرت سید الملت رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پر اس بات کا بہت ہی اثر تھا۔ کہ امت مسلمہ اکثری حیثیت سے اپنے مقاصد، اپنے منصب خلافت اور مقام امامت کو بھلا کر فکر و نظر، علم و عمل میں متبوع بننے کی بجائے دوسرے کی تابع اور ناقل بنتی چلی جارہی ہے۔ بلکہ بن گئی ہے۔ اُمت کو اس کے مقام رفیع کی یاد دہانی، اسلامی نظریۂ خلافت کی طرف رجوع اور دینی سیاستِ عادلہ کی طرف عود کی تلقین اپنے حکیمانہ اور پر درد الفاظ میں ہمیشہ فرماتے رہے۔ چنانچہ ایک جگہ حکیم الامت ؒ کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں :

"حقیقت میں ترقی جسکی اس وقت دم بدم پکار ہے۔ اونچے محلوں، بھرے خزانوں بیش قیمت لباسوں، گراں بہا سامانوں، بڑی بڑی تجارتوں، اعلیٰ ملازمتوں، اونچی تنخواہوں، شاہانہ احتراموں، اعزازوں اور خطابوں کا نام نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کے ساتھ بلند اخلاق، شریف عادات اور پاک وصاف قلب کا نام ہے۔ جو آب و گل سے وابستہ اور فانی کا طالب نہ ہو۔ اور حرص و ہوا، حبِ مال اور حبِ جاہ کا گرویدہ نہ ہو۔ جس میں اخلاص کے ساتھ خالق کی رضا

کے لئے خلق کی خدمت کا جذبہ ہو۔

فقر و تصوف، علم و فن اور تمدن و سیاست زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمان اپنی غرض و غایت اور اصول و مبادی کو چھوڑ کر ہندی و عجمی و یونانی و افرنگی تصور حیات کی تقلید میں مصروف ہو گئے اور اب تک مصروف ہیں۔ اور اسی کی رونق کو اپنے کاشانہ کی عظمت جانتے ہیں۔ فقر و تصوف میں ہندی و یونانی تصورات جوگ و استغراق کی تقلید ہے۔ علم و فن میں عجمی و یونانی مذاق کی پیروی ہے۔ تمدن و سیاست میں ایرانی و رومی رنگ کی آمیزش ہے۔ کیا عجیب بات ہے۔ کہ وہ دین جو قیصریت و کسروانیت کے رنگ کو مٹانے آیا تھا، اسی کے نام لیوا چالیس برس کے بعد خود ہی قیصریت و کسروانیت کے رنگ میں آہستہ آہستہ ایسے رنگ گئے کہ اس کے امراء و حکام خلفائے راشدین کی جگہ قیصر و کسریٰ کی جانشینی پر فخر کرنے لگے۔ وہی تعیش، وہی سونے چاندی اور ریشم و حریر اور طاؤس و رباب کی زندگی مسلمان امراء و حکام کی زندگی کا مقصد بن گیا۔ بیت المال ان کا ذاتی خزانہ بن گیا، اور سلطنت ان کی موروثی ملکیت جاگیرداری و زمینداری اسلامی اصول کی بجائے قیصر و کسریٰ کے طرز کی پیروی جاری ہو گئی۔

یہ تو عہد گذشتہ کا حال تھا۔ عہد حاضر میں یورپ کے تمدن اور سیاست کی نقالی ہماری اسلامی سلطنتوں کا فخر ہے۔ ہمارے دارالسلطنتوں کے سامنے پیرس کے خاکے ہیں۔ ہماری خواتین کے سامنے انگلستان و فرانس کی عریانی اور رنگینی اور بے حجابی ہے۔ ہمارے نوجوانوں کی نگاہوں میں رقص و سرود اور ظاہری پوشاک و وضع کی اور طرز ماند و بود میں فرنگی مآبی زندگی کی کامیابی کا سب سے اعلیٰ تخیل ہے۔ غرض مسلمانوں کے دل و دماغ اور ذہن و تصور سے زندگی کی وہ غایت اور حیات کا وہ مقصد جو اسلام نے پیش کیا تھا۔ یکسر مخفی اور پوشیدہ ہے۔

علم و فن پر غور کیجئے تو ہماری قدیم تعلیم اب تک یونان کی تعظیم پارینہ کی پرستش میں اور تعلیم جدید یورپین ضلالت و گمراہی خیال کی عکاسی میں مصروف ہے۔ اور سوائے تقلید و نقالی کے کوئی مجتہدانہ تصور ہمارے سامنے نہیں ہے۔ ہمارے سامنے جب اعلیٰ تمدن اور اعلیٰ سلطنت داری کا تخیل آتا ہے۔ تو یورپ کی ایک ایک سلطنت اپنی پوری ہوشربائی اور باطل آرائی کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ اور یہ حقیقت ہمارے سامنے سے گم ہو جاتی ہے۔ کہ اسلام کا تصور سیاست، اور تصور تمدن اور تصور علم و فن اپنا

خاص ہے۔ اور اسی کو دوبارہ پیدا کرنا اور دنیا کے سامنے لانا ہماری قومی و ملی غرض و غایت ہو۔

.... اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دیں۔ کہ وہ (اس آئینہ میں[ا] اپنے خط و خال کو دیکھ کر) اپنی شکل کو پہچانیں، اور غلط اور گمراہ دنیا کے پیرو اور مقلد بننے کے بجائے دنیا کے امام و پیشوا بنیں۔ اور ایک نئے تمدن، نئے طرز حیات، نئے مقصد زندگی اور نئے آئین سلطنت کی بنیاد ڈالیں۔

بیا تا گل برافشانیم و می در ساغر اندازیم فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

اور اس وقت کی غمزدہ اور مصیبت سے بھری ہوئی امن کی جویا اور سکینت کی پیاسی دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام دیں، اور انفرادی و اجتماعی زندگی کی تکمیل کریں۔ جو دنیا و آخرت کی صلاح و فلاح کی کفیل ہو۔ اور سیاست اور ملک داری کو حرص و ہوی، جھوٹ اور دغا اور مکر و فریب سے آزاد کریں۔

اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم

اسلام نے ببانگ دہل بتایا ہے اور تاریخ نے اس کی تائید کی ہے کہ حکمرانی کے استحقاق کے لئے اخلاقی جوہر لازم ہے۔ حب مال اور حب جاہ یہ دو لبالب زہر کے پیالے ہیں۔ جو شربت زلال کی شکل میں حکام اور لیڈران کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر کسی نے اسکی طمع میں آکر اُن کو پی لیا۔ تو نہ صرف ان کی بلکہ پوری ملت کی موت کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس لئے وہ حکومت صالحہ جسکی دعوت اسلام کا آئین دیتا ہے۔ وہ ایثار و اخلاص اور خدمت خلق کی للٰہی جذبات سے تعبیر پاتی ہے۔ لیکن ان جذبات کی آفرینش اور مال و جاہ کی محبت سے قلوب کی حفاظت اس تقویٰ کے بغیر ممکن نہیں۔ جو قرآن سے ہدایت پانی کی پہلی شرط ہے۔ "ھدی للمتقین" بے انصافی، کینہ پروری، رشوت خوری، پرمٹ فروشی، بلیک مارکٹنگ جن کی بدولت ہندوستان و پاکستان کی بنیادیں ہل رہی ہیں

[ا] اسلامی تعلیمات کا وہ آئینہ جسے حکیم الامت حضرت تھانوی نے اُمت کے سامنے پیش کیا۔ اور جسے نئے انداز میں مولانا عبدالباری ندوی مدظلہ نے سلسلہ تجدیدات و اصلاحات کے نام سے چار جلدوں میں مرتب فرمایا۔ (یعنی جامع المجددین، تجدید تصوف و سلوک۔ تجدید تعلیم و تبلیغ۔ تجدید سیاسیات و قومیات) آخری جلد کتابی صورت میں شائع نہیں ہوئی ....

وہ حاکموں، عہدہ داروں اور وزیروں اور سوداگروں، تاجروں، زمینداروں اور کسانوں کی انہیں اوصاف عالیہ سے خالی اور محروم ہونے کے سبب سے ہیں۔ اور اس کا اصل سرچشمہ اس خشیت الٰہی اور جزائے "یوم الدین" سے بیگانگی ہے۔ جس سے قلوب تزکیہ تصفیہ کے آب صافی سے پاک وصاف ہوتے ہیں۔

اجتماعی کاموں کو چھوڑ کر انفرادی کام بھی تزکیۂ قلب اور تصفیۂ اخلاق کے بغیر فوز حقیقی سے محروم رہتے ہیں۔ افراد کے قلوب جب تک عناد و حسد، بغض وکینہ، عجب و غرور، ریاو نمائش سے خالی اور اخلاص و ایثار، توکل و اعتماد علی اللہ اور صبر و ثبات سے معمور نہیں ہوتے۔ دنیا میں کامیابی سے اور آخرت میں اجر و ثواب سے ہم کنار نہیں ہوتے اور یہ ایسے اصول ہیں۔ جو ایک طرف اصول و تعلیمات دین اور دوسری طرف اجتماعی و انفرادی مبادی نفسیات سے ثابت اور موید ہیں۔

شخصی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی اس کے کاموں کی غنایت رضائے الٰہی کی طلب اور احکام الٰہی کی تعمیل اور اعلاء کلمۃ اللہ کے بلند تخیل کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ غیر فانی ملت کا مقصد حیات ایسے ہی غیر فانی مقاصد ہو سکتے ہیں۔ ورنہ محض دنیاوی فوز و فلاح یعنی دولت و حشمت، عیش زندگی اور اسباب راحت کی فراوانی اور بلند محلات اور خدم و حشم کی کثرت تو وہ پست و مبتذل مقاصد ہیں۔ جو زندگی کا فریب اور حیات انسانی کا سراب ہے۔ ذالک بأن اللہ ھو الحق وان ما یدعون من دونہ الباطل۔ کل شئی وما خلا اللہ باطل۔ (مقدمہ جامع المجددین)

الحق کی ایجنسیاں

کراچی میں ---- عوامی کتب خانہ بندر روڈ ---- کراچی ۲

ڈیرہ اسماعیل خاں میں ---- جناب فیض محمد صاحب ایجنٹ اخبارات و رسائل

اکوڑہ خٹک میں ---- عبد الغفور خاں نیوز ایجنٹ